شفیق الرحمٰن۔۔۔ایک مطالعہ

شفیقہ مبشر

Shafiqa Mubasher

M.Phil Scholar, Department of Urdu

Lahore Garrison University, Lahore.

منزہ منور

Munazza Munawar

Assistant Professor,Department of Urdu

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Shafiq-ur-Rahman was a Pakistani humorist and a short-story writer of Urdu language. He was one of the most illustrious writers of the Urdu speaking world. Like western Mark Twain and Stephen Leacock, he has given enduring pleasure to his readers. He was a medical doctor by profession, and served in Pakistan Army.In this article, the literary services of Shafiq ur Rehman have been reviewed.

اُردو کے مزاحیہ ادب میں شفیق الرحمٰن ایک معتبر نام ہے۔اُردو ادب میں بنیادی طور پر ان کی پہچان ایک مزاح نگار کے طور پر ہوئی۔انھوں نے مزاحیہ صورت واقعہ کے ساتھ ساتھ زندگی کے رومانوی اور جذباتی پہلوؤں کو جس انداز سے بیان کیا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔اگر اُن کے افسانوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک متنوع شخصیت کے حامل افسانہ نگار ہیں۔

شفیق الرحمٰن ۹ نومبر ۱۹۲۰ء میں کلانور ضلع روہتک (مشرقی پنجاب۔بھارت) میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام شفیق الرحمٰن اور قلمی نام بھی شفیق الرحمٰن ہی ہے۔شفیق الرحمٰن کا تعلق چونکہ رانگڑ راجپوت گھرانے سے تھا اس لیے وہ اپنے نام سے پہلے راؤ لگاتے تھے۔ڈاکٹر ریحانہ پروین اپنی کتاب ''ڈاکٹر شفیق الرحمٰن۔۔۔ایک مطالعہ'' میں شفیق الرحمٰن کے نام پہلے راؤ لگانے کے بارے میں لکھتی ہیں:

> ''ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کا نام راؤ شفیق الرحمٰن ہے۔آپ کا تعلق صوبہ ہریانہ روہتک سے ہے۔آپ راجپوت گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔اسی مناسبت سے اپنے نام کے آگے راؤ لگاتے ہیں۔''(۱)

شفیق الرحمٰن کے دادا کا نام مردان خان تھا اور ان کے والد کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ان کے دادا فوج میں ملازم تھے جبکہ

والد محکمہ آبپاشی میں انجینئر تھے۔شفیق الرحمٰن کے خاندان کے بیشتر افراد فوج میں ملازم تھے اور انہوں نے کئی محاذوں اور جنگوں میں حصہ لیا۔شفیق الرحمٰن کے دو بھائی اور ایک بہن تھی۔ بڑے بھائی کا نام راؤ حفیظ الرحمٰن اور چھوٹے بھائی کا نام راؤ عقیل الرحمٰن تھا جبکہ بہن جمیلہ بیگم تھی۔ان کے بڑے بھائی ریاست بہاول پور میں وزیرتعلیم وصحت رہے۔شفیق الرحمٰن کا بچپن پنجاب (انڈیا) اور چولستان (بہاولپور) میں گزرا۔چونکہ ان کا تعلق ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تھا اس لیے انہیں بچپن سے ہی پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔انہوں نے ابتدائی تعلیم صادق ڈین ہائی سکول بہاپور میں حاصل کی۔۱۹۳۲ء آٹھویں جماعت کا امتحان نمایاں پوزیشن سے پاس کیا اور وظیفہ بھی ملا۔۱۹۳۴ء میں میٹرک کا امتحان سٹیٹ ہائی سکول بہاول نگر اور ۱۹۳۶ء میں انٹر میڈیٹ کالج روہتک سے ایف۔ایس۔سی کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔اس کے بعد کنگ ایڈورڈ کالج لاہور سے ایم۔بی۔بی۔ایس کا امتحان پاس کیا۔میوہسپتال لاہور میں کچھ عرصہ ہاؤس جاب کی۔شفیق الرحمٰن کو پڑھنے لکھنے کا شوق ان کی والدہ کی طرف سے ملا۔ان کی والدہ نے کئی رسائل اپنے گھر لگوا رکھے تھے جن میں ''عصمت''،''سہیلی''،''اور''تہذیب نسواں'' قابل ذکر ہیں۔بچوں کے رسائل ''پھول''اور''پریم'' لاہور سے آیا کرتے تھے۔۱۹۳۲ء میں ان کی پہلی کہانی رسالے''پھول'' لاہور میں چھپی۔کچھ عرصہ ہاؤس جاب کرنے کے بعد شفیق الرحمٰن برٹش انڈیا آرمی کے شعبے انڈین میڈیکل سروس سے منسلک ہوگئے۔تقسیم ملک کے بعد شفیق الرحمٰن کی تبدیلی پاکستان آرمی میڈیکل کورز میں ہوگئی اور مزید تعلیم کے سلسلے میں برطانیہ چلے گئے۔وہاں ڈی پی ایچ ایڈنبرا یونیورسٹی سے اور ڈی ایم ایچ لندن یونیورسٹی سے کیا، بعد' فیلو کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز' بھی رہے۔پانچ برس تک پاکستان نیوی سے منسلک رہے اور ستمبر ۱۹۷۹ء میں بطور ڈائریکٹر میڈیکل سروسز ریٹائر ہوئے۔۱۹۵۷ء میں شفیق الرحمٰن شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ان کی شادی ان کے ایک عزیز دوست اور ماہر معالج جنرل شوکت علی کی بہن امینہ بیگم سے ہوئی جو کہ ایک پڑھی لکھی اور انتہائی خوبصورت خاتون تھیں۔وہ گورنمنٹ گرلز کالج روالپنڈی کی استاد اور پرنسپل رہیں۔شفیق الرحمٰن نے ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزاری۔ان کے تین بیٹے عتیق الرحمٰن،خلیق الرحمٰن اور امین الرحمٰن تھے۔انہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم وتربیت دی۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر ہنسنے ہنسانے والا انسان ہی اندر سے دکھوں کا مارا ہوتا ہے۔شفیق الرحمٰن کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ان کے گھر کی خوشیوں کو تو ایسے جیسے کسی کی نظر ہی لگ گئی ہو۔ایک مہیب سیاہ خزاں نے ان خوشیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور شفیق الرحمٰن کے دو بیٹوں خلیق الرحمٰن اور امین الرحمٰن نے خودکشی کرلی۔خلیق الرحمٰن نے تو ان کی زندگی میں ہی خودکشی کر لی تھی۔جس کا صدمہ وہ برداشت نہ کر سکے اور جوان بیٹے اور خون کے منجمد ہونے کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شفیق الرحمٰن ۱۹ مارچ ۲۰۰۰ء بروز اتوار کو CMH راولپنڈی میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء تک شفیق الرحمٰن اکادمی ادبیات پاکستان کے صدر نشین رہے۔شفیق الرحمٰن خوش باش اور نظم وضبط رکھنے والے انسان تھے۔انہوں نے خاص اصولوں کے تحت زندگی بسر کی۔وہ باقاعدگی سے ورزش کرتے ،سادہ کھانا پسند کرتے۔دودھ کو وہ بچوں کی غذا کہتے البتہ چائے ضرور پیتے تھے۔شفیق الرحمٰن کی ایک عجیب سی عادت تھی وہ ہمیشہ کھڑے ہو کر لکھتے۔مستنصر حسین تارڑ ان کی اس عادت کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ''جب شفیق الرحمٰن صاحب کو اکیڈمی آف لیٹرز کا چیئر مین مقرر کر دیا گیا تو انھوں نے مجھے خصوصی طور پر اکیڈمی کے دفتر میں مدعو کیا۔۔۔اُن کی میز کے برابر ایک ڈائس تھا وہ اس پر

کھڑے ہوکر مجھ سے باتیں کرنے لگے مجھے الجھن ہونے لگی ۔۔وہ میری الجھن کو بھانپ گئے اور کہنے لگے ۔۔تارڑ صاحب۔۔۔میں نے آج تک جو کچھ لکھا ہے ہمیشہ کھڑے ہوکر ایک ڈائس پر کاغذ رکھ کر لکھا ہے۔ میں کبھی کسی رائیٹنگ ٹیبل پر نہیں بیٹھا۔۔۔ میں بیٹھ کر لکھ ہی نہیں سکتا۔ اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے ڈائس پر کھڑا رہتا ہوں۔۔آپ مائنڈ نہ کیجیے گا۔‘‘(۲)

شفیق الرحمٰن اپنے دوستوں سے بہت پیار کرتے اور ہمیشہ انہیں باقاعدگی سے خط لکھتے۔انہوں نے اُردو ادب میں افسانہ نگار، سفر نامہ نگار اور مترجم کی حیثیت سے بھی اعلیٰ مقام حاصل کیا۔طنز ومزاح کوئی باقاعدہ صنف نہیں بلکہ یہ ایک رجحان اور رویہ ہے۔

مزاح ہمیشہ انسان کی ہی حرکات وسکنات سے پیدا ہوتا ہے۔وہ بظاہر سنجیدہ مزاج کے حامل انسان تھے جو اپنے اصولوں پر ہمیشہ کار بند رہتا ہے۔البتہ وہ اپنے دوستوں کے محفلوں میں بے تکلف ہو جاتے اور خوب ہنسی مزاح کرتے۔شفیق الرحمٰن کی تحریروں میں طنز کم اور مزاح زیادہ ہے۔دراصل وہ طنز ومزاح کے حوالے سے انگریزی مزاح نگار ’’اسٹیفن لی کاک‘‘ سے بے حد متاثر تھے۔شفیق الرحمٰن نے کم وبیش ان کی سبھی کتابیں جمع کر رکھی تھی۔انہوں نے انہی سے متاثر ہوکر مزاح نگاری کا آغاز کیا۔ان کی مزاحیہ تحریروں میں ایک شگفتگی اور شوخ پن پایا جاتا ہے۔انہوں نے اپنی تحریروں میں کردار کی حرکات اور لطائف کو توڑ موڑ کر مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور جگہ جگہ لفظی رعایتوں اور لفظی بازی گری سے کام لیا ہے۔ان کے ہاں قہقہہ اور ہلکی پھلکی مسکراہٹ کا سامان بھی ہے۔محمد خالد اختر لکھتے ہیں:

’’میں نے شفیق کے قہقہوں سے اونچے اور صحت مند قہقہے اور کسی کے نہیں سنے اور میں کسی کو نہیں جانتا جس کی باتوں میں اتنی شگفتگی اور چمک ہو۔‘‘(۳)

شفیق الرحمٰن نے زندگی کے تلخ حقائق کو نہایت شگفتگی اور پُر مسرت انداز میں بیان کیا جس سے بے رونق زندگی میں خوشی کی لہر دوڑ پڑتی ہے۔محمد نثار الحمید عظیم لکھتے ہیں:

’’شفیق الرحمٰن اس تفریحی ادب، ان شوخ رنگوں اور لطیفوں سے زندگی کی اس بے رونق اور اُکتا دینے والی تصویر میں رنگینی اور دلچسپی پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ زندگی پُر لطف بن جائے۔لہٰذا وہ ایک مستقل نظریہ حیات کے حامل ہیں جس کی تشہیر وہ اپنی مزاح خیز اور ہلکی پھلکی نثر میں کر رہے ہیں۔‘‘(۴)

شفیق الرحمٰن کے مزاح کی بنیادی خوبی لطائف کی آمیزش ہے۔اُردو میں لطائف پیدا کرنے کی باقاعدہ کوشش شفیق الرحمٰن سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

’’شفیق الرحمٰن کے مزاح کی اساس لطائف پر استوار ہے۔ان کے ہاں خصوصی کردار اور خصوصی ماحول ہے۔لیکن اس کے باوجود ایسے اچھے اچھے لطائف جمع کر لیتے ہیں کہ کئی مرتبہ پڑھنے پر بھی لطف آتا ہے۔‘‘(۵)

شفیق الرحمٰن نے اپنے افسانوں میں رومانس کو ایک مخصوص اور حقیقت پسندانہ انداز سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں عشق ومحبت کو بڑے حقیقی انداز سے بیان کیا ہے۔ شفیق الرحمٰن کے افسانوں کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے کردار متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں زندگی کی ہر خوشی میسر ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ انسانی فطرت کے تحت غموں سے اپنا دامن نہیں بچا سکے۔ شفیق الرحمٰن نے غم وحزن کو رومانیت اور مزاح کے ملے جلے تاثر سے قاری کے اندر جینے کی تمنا اور اسے برداشت کرنے کی ہمت پیدا کر دی۔ انہوں نے اپنی تحریروں نہایت شگفتہ اور شستہ زبان استعمال کی۔ کلیم اختر بیان کرتے ہیں:

> ''شفیق الرحمٰن محض مزاح نگار ہی نہیں بلکہ زندگی کے جملہ حقائق کے ترجمان اور عکاس بھی ہیں۔ انہوں نے زندگی کے جذباتی اور رومانی پہلوؤں، درد، سوز، کسک، تشنگی، آہنگ، ولولہ اور پیار کو جس خوبی اور ادا سے بیان کیا ہے، وہ انہی کا خاصہ ہے، اور پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف اپنی اَن کہی رومانی داستانوں کو کسی اور کے پردے میں بیان کر رہا ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی مزاحیہ رومانی تحریروں میں ایک ایسے گلستان محبت کی نشان دہی ہوئی جس سے ہر جواں سال گزرا ہے، خواہ حقیقی طور پر خواہ خیالی طور پر۔'' (۶)

رومانیت شفیق الرحمٰن کے افسانوں کا خاص وصف ہے جسے ہم ان کی تحریروں میں ایک ادبی رجحان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مایوسی، ہجر، تنہائی اور دیگر زندگی کے رنج والم ان کی حسرت آمیز حیات پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی یوں رقمطراز ہیں:

> ''ان کے افسانے یلدرم اور نیاز کی دور دیس کی رومانیت کو گھر آنگن کی رومانیت میں تبدیل کرتے نظر آتے ہیں اور اس رومانیت میں مایوسی، انتشار، ہجر اور تنہائی کے بجائے شگفتگی، قہقہے، خوشیاں، رفاقت کا احساس پیدا کرتے ہیں اور شاید یہ بات زندگی میں ایک صحت مند رجحان کو پیدا کرنے کا سبب ہو سکتی ہے۔'' (۷)

شفیق الرحمٰن نے اپنے مضامین اور رومانوی فکاہی افسانوں کے ذریعے اُردو ادب میں تخلیقی جوہر دکھانے کے علاوہ سفرنامے کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ شفیق الرحمٰن نے اپنے سفرناموں میں افسانوی رنگ کی آمیزش کی۔ مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> ''شفیق الرحمٰن نے ''برساتی'' کے عنوان سے سفرنامہ لکھ کر سفرنامے کی صنف کو چار چاند لگا دیے، یہ حد درجہ تخلیقی قلم کار کا سفرنامے کی صنف کی جانب پہلا قدم ہے۔'' (۸)

۲۴ سال کے طویل عرصے کی خاموشی کے بعد شفیق الرحمٰن کا ایک سفرنامہ ''دجلہ'' ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آیا۔ جس کو سفرنامے کو انھوں نے افسانوی انداز میں لکھا۔ اس میں تین دریاؤں نیل، دجلہ اور ڈینیوب کی تاریخ بیان کی ہے۔ چونکہ شفیق الرحمٰن نے ''دجلہ'' کافی لمبے عرصے کے وقفے کے بعد لکھا اس دوران ان کے چاہنے والے بڑی شدت ان کی کسی نئی تصنیف کا انتظار کر رہے تھے۔ بلقیس ظفر اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''دجلہ اور مصنف کی زندگی کا سب سے بڑا سانحہ ساتھ ساتھ آئے۔قارئین کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ دجلہ کی ننھی منی مسکراتی لہروں سے خوش ہوں یا شفیق الرحمٰن کے بھینچے ہوئے ہونٹوں، جذبات کی دُکھن سے سرخ چہرے کا دیکھ کر ٹوٹ کر رو ئیں۔''(۹)

انھوں نے زمانہ طالب علمی میں ''الحمرا'' کی کہانیوں کا ترجمہ کیا جو رسالہ ''عصمت'' لاہور میں شائع ہوئی۔محمد خالد اختر یوں رقم طراز ہیں:

''میرے والد صاحب کی کتابوں میں ''واشنگٹن اروِنگ'' کی ایک جلد نکل آئی۔اسے میں نے شفیق کو دے دیا۔۔۔اس نے اس میں سے دو تین کہانیوں کے آزاد ترجمے کیے میرا خیال ہے کہ وہ رسالہ ''عصمت'' میں چھپے۔وہ بڑے خوبصورت ترجمے تھے۔شوخ،شگفتہ اور بے تکلف،ان کے بعد شفیق مختلف رسائل میں چھپنے لگے۔''(۱۰)

یوں شفیق الرحمٰن نے ادبی زندگی کا آغاز مترجم کی حیثیت سے کیا۔انہوں نے ایک انگریزی ناول The Human Comedy کا ترجمہ ''انسانی تماشا'' کے نام ۱۹۵۶ء میں کیا۔اس کا شمار اُردو ادب کی بہترین کتابوں میں ہوتا ہے جو اُردو ادب کے لیے ایک بیش بہا اور قیمتی اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔علاوہ ازیں شفیق الرحمٰن نے کئی مشہور اور معروف کتابوں کی پیروڈیاں لکھی ہیں جو کافی مقبول ہوئیں۔شفیق الرحمٰن مزاجاً ایک رومانوی افسانہ نگار ہیں۔ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''کرنیں'' ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا جس کا دیباچہ اُردو ادب کی مشہور افسانہ نگار حجاب امتیاز علی نے تحریر کیا۔اس افسانے میں شفیق الرحمٰن اپنے عہد کے ناآسودہ ذہن کی تسکین کے لیے تمام اجزاء بیان کیے ہیں جس سے پڑھنے والا محظوظ ہوتا ہے۔خوبصورت،سرخ وسپید ہیرو جو ہر خوبی رکھتا ہے۔شفیق الرحمٰن کا یہ افسانوی مجموعہ بہت مقبول ہوا جوان کی شہرت کا باعث بنا۔ان کا دوسرا مجموعہ ''شگوفے'' ۱۹۴۳ء میں منظر عام میں آیا۔اس میں کرداروں کی دل برداشتگی اور پھر بکھرنے کے حوالے سے بڑا جذباتی مگر مقبول پیرایہ اظہار ہے۔اسی مجموعے میں ان کا مشہور کردار ''شیطان'' ہے۔جو اُردو ادب کے بہترین اور معروف کرداروں میں شمار ہوتا ہے جو بعد میں ان کے افسانوں کا مستقل کردار بن گیا۔شفیق الرحمٰن کا تیسرا مجموعہ ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں رونما ہونے والا مدوجزر ہمیں حقیقی روپ میں پڑھنے کو ملتا ہے۔بقول محمد خالد اختر ''مدوجزر'' کی کہانیوں کا ہیرو شفیق الرحمٰن خود ہے۔اس میں مصنف نے زندگی کے بارے میں ایسے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کیا ہے جو محض محسوسات کے راستے پروان چڑھتے ہیں۔شفیق الرحمٰن کا چوتھا مجموعہ ''پچھتاوے'' ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔اس میں انھوں نے اجتماعی زندگی کی بڑے حکیمانہ انداز سے تصویر کشی ہے۔''لہریں'' ۱۹۴۴ء میں چھپی۔اس مجموعے کا انتساب شفیق الرحمٰن نے اپنے نام کیا ہے۔''پرواز'' ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کا انتساب محمد خالد اختر کے نام ہے جو کہ شفیق الرحمٰن کے بچپن کے دوست تھے۔اس کا مشہور کردار شیطان ہے۔''حماقتیں'' شفیق الرحمٰن کا مزاحیہ افسانوی مجموعہ ہے جو کہ ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں دیباچے کے طور پر لنکن کا ایک مقولہ درج ہے۔''مزید حماقتیں'' یہ مجموعہ ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔اس کا دیباچہ شفیق الرحمٰن نے لندن میں ۱۹۵۳ء میں لکھا تھا۔شفیق الرحمٰن کا یہ سب سے منفرد مجموعہ ہے۔ان کی دیگر کتب کی طرح اس کے بھی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔''انسانی تماشا'' یہ Human Comdy سرولیم وین کی کتاب کا خوبصورت ترجمہ ہے۔جس کا شمار اُردو ادب کی اہم کتب

میں ہوتا ہے۔ ’’دجلہ‘‘ ۱۹۸۰ء میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ شفیق الرحمٰن کا ایک نیم شگفتہ سفر نامہ ہے۔ جس کے ذریعے انہیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس سفرنامے میں ایک طویل مختصر افسانہ ’’دھند‘‘ بھی شامل ہے۔ ان کا یہ افسانہ سی ایس ایس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ چناں چہ پاکستان کی مقتدر کلاس میں شمولیت کے لیے کسی بھی مہذب شخص کے لیے اس افسانے کے بارے میں گفتگو کرنا ضروری ہو گیا۔ ’’دریچے‘‘ شفیق الرحمٰن کا یہ مجموعہ ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں ویانا (آسٹریا) سے چھپنے والی شفیق الرحمٰن کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

مختصر یہ کہ شفیق الرحمٰن نے ترقی پسند تحریک کے زمانے سے لکھنا شروع کیا اور ایک نئے اور شگفتہ اسلوب کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے اُردو ادب میں جس قیمتی سرمائے کا اضافہ کیا خواہ افسانوں کی صورت میں ہو یا انشائیے یا پیروڈیاں، سب قابلِ ستائش ہیں۔ شفیق الرحمٰن کا شمار اُردو ادب کے صفِ اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ریحانہ پروین، ڈاکٹر، شفیق الرحمٰن ۔۔ ایک مطالعہ، نئی دہلی: وجے پبلشرز، ۱۹۹۷ء، ص:۲۲

۲۔ مستنصر حسین تارڑ، خطوط، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۸۲

۳۔ محمد خالد اختر، مضمون: شفیق الرحمٰن، مشمولہ: نقوش، شخصیات نمبر، حصہ اول، دوم، مرتبہ: محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغِ اُردو، ص:۴۵۸

۴۔ محمد نثار الحمید عظیم، مضمون: کچھ شفیق الرحمٰن کے بارے میں، مشمولہ: اُردو کے اہم مزاح نگار (تنقیدی مضامین)، مرتب: اسد اللہ نیاز، لاہور: کتاب سرائے بیت الحکمت، ۲۰۱۲ء، ص:۳۳۰

۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص:۳۱۰

۶۔ کلیم اختر، مضمون: نئے اسلوب کا بانی، مشمولہ: اُردو کے اہم مزاح نگار (تنقیدی مضامین)، مرتب: اسد اللہ نیاز، لاہور: کتاب سرائے بیت الحکمت، ۲۰۱۲ء، ص:۳۲۲

۷۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اُردو افسانہ نگاری اور اس کے رجحانات،

۸۔ حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، اُردو سفرنامے کی مختصر تاریخ، لاہور: کلاسیک، دسمبر ۱۹۹۹ء، ص:۹۵

۹۔ بلقیس ظفر، ایک تاثر، مشمولہ: نیرنگِ خیال، فن اور شخصیت نمبر، راولپنڈی: ۱۹۸۴ء، ص:۴۷

۱۰۔ محمد خالد اختر، مضمون: شفیق الرحمٰن، مشمولہ: نقوش، شخصیات نمبر، حصہ اول، دوم، مرتبہ: محمد طفیل، ص:۴۴۹

☆......☆......☆